جناب احسان اللہ فاروقی

نوآزاد مسلم ریاستوں کا سیاسی اور فکری نقشہ

وسطی ایشیا میں قرآنی تعلیم کی ضرورت

سوویت یونین کے خاتمے کے بعد وسطی ایشیا کی نوآزاد مسلم ریاستیں ساری دنیا کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔ افغانستان کے بعد پاکستان اسلامی دنیا میں ان ریاستوں کا قدیم ترین ہمسایہ ہے لیکن اہل پاکستان کو ان ریاستوں کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں ہیں۔ سوویت دور حکومت میں اگر کوئی پاکستانی تاشقند جانا چاہتا تو اسے ماسکو سے ہو کر وہاں جانا پڑتا تھا حالانکہ پشاور سے تاشقند چند سو میل کے فاصلے پر واقع ہے اور ہوائی جہاز کے ذریعے وہاں پہنچنے میں صرف دو گھنٹے لگتے ہیں۔ پچھلے دنوں پی آئی اے نے تاشقند کے لیے ہفتہ میں ایک پرواز شروع کر کے سنٹرل ایشیا اور پاکستان کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا۔ پی آئی اے کا طیارہ اپنی پہلی پرواز میں جن معزز مہمانوں کو لے کر تاشقند اترا ان میں ان کا تاثر یہ تھا کہ سنٹرل ایشیا کی اسلامی ریاستیں اگرچہ ماسکو کی غلامی سے آزاد ہو گئی ہیں لیکن انہیں پاؤں پر کھڑا ہونے میں ابھی کافی وقت لگے گا۔

روس ستر برس تک ان علاقوں پر حکومت کرتا رہا ہے جس کے دوران حکمران کمیونسٹ پارٹی مذہب کو افیون قرار دیتی تھی۔ سوویت یونین نے اسلامی تاثرات مٹانے کی حتی المقدور کوشش کی لیکن روس کی غلامی سے رہائی پانے کے بعد معلوم ہوا کہ کمیونزم کو ان ریاستوں کا اسلامی تشخص ختم کرنے میں پوری طرح کامیابی حاصل نہیں ہوئی اگرچہ ان نوآزاد ریاستوں میں اسلام کا وہ غلغلہ نظر نہیں آتا جس کا مظاہرہ ہم پاکستان میں کرتے ہیں اور آبادی کی اکثریت کو کلمہ بھی یاد نہیں ہے لیکن ان میں یہ احساس ضرور موجود ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور روسیوں سے الگ تشخص رکھتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ جب ہمارا جہاز تاشقند کے ہوائی اڈے پر اترا تو ہمارے اعزاز میں ازبکستان کے لوگوں نے فوک ڈانس کا اہتمام کر رکھا تھا۔ جس میں شریک لڑکیاں مغربی لباس میں ملبوس تھیں اس کے بعد ہوائی اڈے پر مشروبات کا اہتمام بھی موجود تھا جس میں ووڈکا بھی شامل تھی۔ یہ سب کچھ رمضان کے مہینے میں ہو رہا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ازبکستان سے کمیونزم کے اثرات ابھی پوری طرح زائل نہیں ہوئے اور اسلامی ثقافت کو آتے آتے ابھی خاصا وقت لگے گا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا

کہ ازبکستان کے اس دورے کے دوران ہم جہاں بھی گئے لوگوں نے ہم سے قرآن کے نسخے طلب کئے۔ ان کی دوسری ڈیمانڈ قلم کی ہوتی تھی اس طرح قلم اور قرآن عوام کی فوری ضرورت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلامی ثقافت کی طرح واپس لوٹنا چاہتے ہیں لیکن کمیونزم کے اثرات کے ختم ہونے اور اسلامی ثقافت کے آنے میں وقت لگے گا۔

اگرچہ ازبکستان اب ایک آزاد مملکت ہے لیکن اس کے موجودہ سربراہ اسلام کریموف وہی ہیں جو آزادی سے پہلے ازبکستان کی کمیونسٹ پارٹی کے جنرل سیکرٹری ہوا کرتے تھے۔ اس لیے لیڈر شپ میں کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔ یہی حال دوسری اسلامی ریاستوں کا بھی ہے وہاں بھی ابھی زیادہ تر پرانی قیادت حکمرانی کے منصب پر فائز ہے۔ علاوہ ازیں اگرچہ سوویت یونین کی خفیہ تنظیم کے جی بی رسمی طور پر ختم کر دی گئی ہے لیکن اس کا کردار ختم نہیں ہوا بلکہ بعض دوسری ایجنسیاں کے جی بی کے فرائض سرانجام دے رہی ہیں اور وہ ان کی اصطلاح میں بنیاد پرست مسلمانوں پر کڑی نگاہ رکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابھی حکومتی اور عوامی ڈھانچے میں کوئی نمایاں تبدیلی نظر نہیں آتی۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ سوویت یونین کی شکست وریخت اتنی فوری ہوئی ہے کہ آزاد ہونے والی جمہوریتیں اس کے لیے ذرا بھی تیار نہیں تھیں۔ چنانچہ انہیں سمجھ میں نہیں آرہا کہ وہ کیا کریں۔ انہوں نے کمیونسٹ نظام سے باہر کسی ڈھانچے کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ اب کمیونزم تو ختم ہو گیا لیکن اس کا متبادل معرض وجود میں نہیں آسکا للذا حکومتی ڈھانچے سے لے کر اقتصادی ڈھانچے تک ہر چیز پر غیر یقینی گمان ہوتا ہے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ مستقبل کا نقشہ کیا ہوگا کیونکہ نئے نظام کو استحکام حاصل کرنے میں وقت لگے گا۔ کمیونزم کے خاتمے کے ساتھ ہی مارکیٹ اکانومی شروع ہو گئی لیکن نہ بنک اس کے لیے تیار ہیں نہ تاجروں کو اس کا کچھ تجربہ حاصل ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس وقت اسلامی ریاستوں کو فارن کرنسی کی شدید ضرورت ہے کیونکہ اب تک ان کا سارا کاروبار روبل پر استوار تھا جو کبھی ڈالر سے مہنگا ہوا کرتا تھا لیکن اب ایک ڈالر کے ۱۲۰ روبل مل رہے ہیں۔ ازبکستان میں ایک شخص کی اوسط آمدنی سات آٹھ سو روبل ہے جو صرف چھ سات ڈالر بنتی ہے اس لیے وہاں سخت بے چینی پائی جاتی ہے انہوں نے بتایا کہ ہم نے ایک بنک سے کچھ ڈالر حاصل کرنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ ان کے پاس دو تین سو سے زیادہ ڈالر موجود نہیں ہیں۔

وسطی ایشیاء میں اسلامی ثقافت کی بحالی کے راستے میں ایک اور رکاوٹ یہ بھی ہے کہ سوویت یونین کے دور حکومت میں اسلامی ریاستوں میں بہت سے روسی نسل کے لوگ آباد کر دیئے گئے چنانچہ اس وقت ازبکستان میں تیس فیصد کے قریب آبادی سلاف نسل سے تعلق رکھتی ہے مقامی ازبک ان روسیوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ بسوں اور ٹرینوں میں وہ سلاف نسل کے لوگوں کو دیکھ کر نفرت کا اظہار کرتے ہیں اس سلسلے میں کئی مرتبہ نسلی فسادات بھی ہو چکے ہیں لیکن ابھی یہ مسئلہ دبا ہوا ہے اس روس نژاد لوگوں کا کلچر مسلم کلچر سے بالکل مختلف ہے یہ لوگ زیادہ تر شہروں میں آباد ہیں اور انہیں جدید ترین رہائشی سہولتیں حاصل ہیں۔ اس لیے باہر سے آنے والوں کا رابطہ پہلے پہل انہی لوگوں

ہیں اور انہی کے کلچر کو وسط ایشیا کا کلچر سمجھنے لگتے ہیں۔ لیکن اس بات میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اسلامی کلچر کے احیاء میں ابھی کافی دیر ہے۔ تاشقند اور سمرقند میں ازبک کلچر تو نظر آئے گا لیکن اسلامی کلچر کے مظاہر سوائے مساجد و مدارس کے اور کہیں نظر نہیں آئیں گے۔ شاید اسی لیے بی بی سی نے پیش گوئی کی ہے کہ سنٹرل ایشیا میں کمیونزم کا آخری قلعہ ازبکستان ثابت ہوگا۔ ازبکستان کا رقبہ پاکستان سے نصف کے قریب ہے لیکن آبادی پاکستان کے پانچویں حصے سے بھی کم یہاں پورے سوویت یونین کی کپاس کا ۶۷ فیصدی پیدا ہوتا ہے جبکہ چاول کی پیداوار ۵۰ فیصدی ہے یہاں حکومت کی ملکیت میں ۱۶۰۰ صنعتی یونٹ ہیں جن میں ۴۸ لاکھ ورکر کام کرتے ہیں۔ شرح خواندگی ۹۵ فیصدی کے قریب ہے۔ ان صنعتی یونٹوں میں کاغذ اور کپڑے کی ملیں، سیمنٹ اور سٹیل کے کارخانے اور ٹیکسٹائل مشینری بنانے کے کارخانے بھی شامل ہیں۔ علاوہ ازیں ٹرانسپورٹ طیارے تیار کرنے کا کام بھی ہوتا ہے۔ ازبکستان کی جمہوریہ میں تیل، گیس، کوئلہ، گندھک اور سونے کی کان کنی بھی ہوتی ہے ریلوے کا اعلیٰ نظام موجود ہے اور ۳۴۸۰ کلومیٹر لمبی ریلوے لائن بچھی ہوئی ہے جس نے تمام صنعتوں کو مربوط کر رکھا ہے۔ سڑکوں کی لمبائی ۸۰۳۰۰ کلومیٹر سے زیادہ ہے۔ ازبکستان دنیا میں کپاس پیدا کرنے والا تیسرا بڑا ملک ہے پھلوں کو محفوظ کرنے کی صنعت خاصی مضبوط ہے۔ ابھی اس کی اپنی ہوائی سروس شروع نہیں ہوئی لیکن تاشقند ایئرپورٹ پر ایروفلوٹ کے ۲۵ طیارے کھڑے تھے جو سوویت یونین ٹوٹنے کے بعد ازبکستان کے حصے میں آتے ہیں اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس جمہوریہ میں ترقی کے کتنے مواقع موجود ہیں۔

ازبکستان جب سوویت یونین کا حصہ ہوا کرتا تھا تو اس وقت اس کا بحری اور بری راستہ ماسکو ہی تھا۔ اب ازبکستان ایک آزاد ملک بن چکا ہے۔ ازبکستان کی طرح وسط ایشیا کے دوسرے مسلمان ممالک بھی آزاد ہو چکے ہیں اب وہ اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ و بچار میں مصروف ہیں۔ ازبکستان کو پاکستان کے ذریعے قریب ترین تجارتی راستہ مل سکتا ہے۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے افغانستان کا مسئلہ حل ہو کیونکہ پاکستان اور ازبکستان کے درمیان افغانستان حائل ہے۔ دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی ازبکستان سے تجارتی روابط قائم کرنے کے خواہشمند ہیں لیکن قدیم زمانے میں ازبکستان کی تجارت اس راستے سے ہوا کرتی تھی جس پر اب پاکستان واقع ہے اس لیے اگر افغانستان میں امن قائم ہو جائے تو ازبکستان اور پاکستان نہ صرف ایک دوسرے کے قریب آسکتے ہیں بلکہ باہمی تجارت سے فائدہ بھی اٹھا سکتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اہل پاکستان تحمل اور بردباری کے ساتھ اپنے ازبک بھائیوں کی مدد کو آگے بڑھیں اور نعرے بازی کی بجائے ٹھوس کام کریں ازبکی ابھی پاکستان سے صحیح اسلامی نظام کے استفادے کے لیے پرجوش نہیں ہیں بلکہ وہ فکری رہنمائی کے لیے ترکی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ لیکن یہ عبوری دور ہے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ عرصہ کے بعد وسط ایشیا کا سیاسی اور فکری نقشہ کیا ہوگا۔